ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

حدیث کی روشنی میں امن و مصالحت کے اصول اور موجودہ عالمی تنازعات کا حل

PRINCIPLES OF PEACE AND RECONCILIATION IN THE LIGHT OF HADITH AND THE RESOLUTION OF CONTEMPORARY GLOBAL CONFLICTS

Muhammad Amir Farooq
Teaching Assistant,Deptt of Islamic and Religious Studies
Hazara University,Mansehra,KPK
amirfarooq902@gmail.com
Dr. Muhammad Asim Shahbaz
Instructor Islamic Studies
Department of Related Sciences
University of Rasul, Mandi Bahauddin
amasimshahbaz8@gmail.com
Prof Dr Hafiz Khursheed Ahmed Baryar
Principal Muhammadi Science Academi Bahawalgarh Kahror pkka
drkhursheedahmedbaryar@gmil.com

Abstract:

Islam is a religion that places great emphasis on peace, tolerance, and reconciliation as fundamental principles. The objective of this research is to examine the principles of peace and reconciliation in light of Hadith, and to explore their application in resolving contemporary global conflicts. This study will delve into Islamic teachings, particularly the sayings of Prophet Muhammad ﷺ, highlighting methods for establishing peace at the societal, moral, and global levels.

In the Hadith, the Prophet ﷺ consistently stressed resolving disputes, ending conflicts, and promoting harmony among people. These teachings provide important principles not only for personal conduct but also for societal and international relations. This research will analyze these principles, which were central to the Prophet ﷺ's approach to improving human relationships and resolving disputes. It will also discuss how these principles can be applied to today's global conflicts to achieve lasting peace.Current global conflicts, including religious, political, and cultural differences, have become a source of concern. This study will assess how Islamic principles can contribute to resolving these disputes on the international stage. These principles advocate for mutual understanding, respect, and peaceful negotiation as essential tools in conflict resolution.

The aim of this paper is to raise awareness, not only among Muslims but also among the global community, about the significance of the principles of peace, reconciliation, and mutual respect. The research will further analyze how the Islamic social framework can contribute to global peacebuilding and how these principles are relevant in addressing today's international issues.Ultimately, this research will highlight the importance of Islamic teachings in promoting peace and reconciliation, and demonstrate how these principles can be applied to resolve global conflicts.

Keywords: Peace, Reconciliation, Hadith, Islamic Teachings, Conflict Resolution, Global Peace, Prophet Muhammad ﷺ, International Disputes, Islamic Social Framework, Tolerance, Peacebuilding

اسلام ایک ایسا دین ہے جو امن، رواداری، اور انسانوں کے درمیان مصالحت کی اہمیت کو بنیادی اصول کے طور پر پیش کرتا ہے۔اس تحقیق کا مقصد حدیث کی روشنی میں امن و مصالحت کے اصولوں کا جائزہ لینا اور موجودہ عالمی تنازعات کے حل کے لیے ان اصولوں کی تطبیق پر غور کرنا ہے۔اس تحقیق میں اسلامی تعلیمات، بالخصوص احادیث نبوی ﷺ کے ذریعے، معاشرتی، اخلاقی اور عالمی سطح پر امن کے قیام کے طریقوں پر تفصیل سے بحث کی جائے گی۔احادیث میں پیغمبر اسلام ﷺ نے ہمیشہ تنازعات کو حل کرنے، اختلافات کو ختم کرنے، اور انسانوں کے درمیان صلح و آشتی کو فروغ دینے پر زور دیا ہے۔یہ حدیثیں نہ صرف فردی سطح پر بلکہ اجتماعی اور بین الاقوامی سطح پر بھی امن و مصالحت کے اہم اصول فراہم کرتی ہیں۔اس تحقیق میں ہم ان اصولوں کا تجزیہ کریں گے جن کی بنیاد پر پیغمبر ﷺ نے اپنی زندگی میں انسانوں کے درمیان تعلقات کو بہتر بنانے اور جھگڑوں کو حل کرنے کی کوشش کی۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بیان کیا جائے گا کہ کس طرح یہ اصول آج کے عالمی تنازعات میں پائیدار امن کی تشکیل میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔موجودہ عالمی تنازعات، جیسے کہ مذہبی، سیاسی اور ثقافتی اختلافات، عموماً تشویش کا باعث بنے ہیں۔اس تحقیق میں یہ تجزیہ کیا

جائے گا کہ کیسے اسلام کے اصولوں کے ذریعے بین الاقوامی سطح پر ان تنازعات کا حل ممکن ہے۔ یہ اصول ان تنازعات کو حل کرنے کے لیے افہام و تفہیم، باہمی احترام، اور پرامن مذاکرات پر زور دیتے ہیں۔ اس مقالہ کا مقصد یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نہ صرف مسلمانوں بلکہ دنیا بھر کے انسانوں کو امن، صلح، اور مصالحت کے اصولوں کی اہمیت کا شعور دیا جائے۔ تحقیق میں یہ بھی تجزیہ کیا جائے گا کہ کیسے اسلامی معاشرتی نظام عالمی سطح پر امن کے قیام میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے، اور اس کے اصول دنیا کے موجودہ عالمی مسائل کے حل کے لیے قابل عمل ہیں۔

امن و مصالحت کا اسلامی تصور (حدیث و قرآن کی روشنی میں)

امن، رواداری، اور مصالحت، اسلامی تعلیمات کی اساس اور روح ہیں۔ اسلام کی بنیاد صرف عبادات پر نہیں بلکہ ایک پرامن اور صالح معاشرے کی تشکیل پر بھی قائم ہے۔ جب ہم قرآن مجید اور احادیثِ نبوی ﷺ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں امن کا پیغام ہر صفحے پر نمایاں نظر آتا ہے۔ چاہے فرد کا کردار ہو یا ریاست کا، اسلام میں امن اور اصلاح کو صرف ایک اختیار نہیں، بلکہ دینی فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ موجودہ دنیا میں، جہاں شدت پسندی، منافرت، اور جنگ و جدل نے انسانیت کو تقسیم کر رکھا ہے، اسلام کا جامع تصورِ امن ایک لازوال رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

قرآن میں امن و صلح کا جامع تصور

قرآنِ حکیم، جو کہ مسلمانوں کے لیے آخری آسمانی کتاب ہے، اپنے آغاز ہی سے انسانیت کو امن، انصاف، اور باہمی احترام کی تعلیم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا اور اس سے ایک ایسا طرزِ زندگی مطلوب قرار دیا جس میں امن و امان غالب ہو۔ قرآن کا پیغام عمومی طور پر انسانیت کے لیے ہے، اور اس میں بیان کردہ احکامات میں سے کئی ایسے ہیں جو خاص طور پر تنازعہ، جنگ، اور دشمنی کو عدل، اصلاح، اور مصالحت کے ذریعے ختم کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

قرآن میں امن کے عمومی احکامات

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً."[1]

"اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔"

یہ آیت اسلامی زندگی کی جامع ہدایت فراہم کرتی ہے کہ ایمان کے ساتھ ساتھ سلم یعنی امن اور صلح کو مکمل طور پر اپنایا جائے۔ یہاں "السِّلْم" صرف دینِ اسلام کے معنوں میں نہیں بلکہ امن، سلامتی، اور پُرامن طرزِ زندگی کے طور پر بھی سمجھا جاتا ہے۔ مفسرین کے مطابق، اس آیت کا مقصد معاشرے میں ہر سطح پر پائیدار امن کو یقینی بنانا ہے۔

نزاع اور دشمنی کے خاتمے کے لیے قرآنی اصول

قرآن مجید مسلمانوں کو آپس میں لڑائی سے بچنے اور اگر ایسا ہو جائے تو فوری اصلاح کی طرف رجوع کرنے کی تلقین کرتا ہے:

"وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا."[2]

"اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔"

یہ آیت اجتماعی زندگی میں تنازعات کے حل کا سنہری اصول فراہم کرتی ہے۔ یہاں "فَأَصْلِحُوا" کا لفظ قرآن کی اصلاحی روح کا مظہر ہے۔ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ اہلِ ایمان کے درمیان لڑائی مستقل ہو جائے۔ معاشرہ صرف اس وقت فلاح پا سکتا ہے جب باہمی رشتے، جماعتی وحدت، اور سماجی ہم آہنگی کو بحال رکھا جائے۔

معافی، درگزر اور صلح

اسلامی معاشرے کا حسن عدل کے ساتھ ساتھ رحمت پر بھی قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ."[3]

---

[1] البقرہ، 2:208

[2] الحجرات، 49:9

[3] الشوریٰ، 42:40

".توجو معاف کرے اور اصلاح کرے، اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔"

یہ آیت مسلمانوں کو اس بات کی تلقین کرتی ہے کہ اگرچہ قصاص و سزا لینا جائز ہے، مگر معافی اور اصلاح بہتر راستہ ہے۔ قرآن یہاں صرف معافی پر نہیں بلکہ معافی کے ساتھ اصلاح پر زور دیتا ہے، تاکہ محض وقتی تسلی نہ ہو بلکہ دیرپا امن قائم ہو۔

بین الاقوامی سطح پر صلح کی پیشکش

اسلام نہ صرف داخلی بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی صلح اور امن کو فروغ دیتا ہے:

"وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ."[4]

"اور اگر وہ (دشمن) صلح کی طرف مائل ہوں، تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ، اور اللہ پر بھروسہ کرو۔"

یہ آیت ہمیں سکھاتی ہے کہ دشمن سے صلح کی پیشکش کو حقارت یا کمزوری نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ حکمت، تدبر، اور اللہ پر توکل کے ساتھ امن کی راہ اپنانی چاہیے۔

امن کے لیے رسول اکرم ﷺ کی سیرت سے رہنمائی

قرآن کے بعد سب سے بڑا اور عملی ذریعہ ہدایت سنتِ رسول ﷺ ہے۔ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ امن، درگزر، اور مفاہمت نہ صرف ایک دعوتی اسلوب ہے بلکہ ایک کامیاب معاشرے کی بنیاد بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مکہ کی تنگ نظری، معاشرتی جبر، اور دشمنی کے ماحول میں بغیر جنگ کیے اسلام کا پیغام پھیلایا۔ جب آپ ﷺ پر ظلم کیے گئے، آپ ﷺ نے بدلہ لینے کے بجائے اصلاح، معافی اور حکمت کو اپنایا۔

صلح حدیبیہ صلح کی سیاست کا عظیم نمونہ

صلح حدیبیہ ایک ایسا واقعہ ہے جو بظاہر مسلمانوں کے لیے کمزور معاہدہ لگتا تھا، لیکن وہی معاہدہ اسلام کی فتح اور طاقت کی بنیاد بنا۔ سن 6 ہجری میں قریش مکہ اور مسلمانوں کے درمیان یہ معاہدہ ہوا، جس کی رو سے بظاہر مسلمانوں کو کئی شرائط پر پیچھے ہٹنا پڑا۔ لیکن اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ جنگ رک گئی، تبلیغ کا موقع ملا، اور اگلے ہی دو برس میں مکہ فتح ہوا۔ قرآن نے اس صلح کو "فتح مبین" کہا:

"إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا"[5]

یہ اس بات کا اعلان ہے کہ اصل فتح وہ ہے جو خون کے بجائے دل جیت لے۔

فتح مکہ معافی کی عظیم مثال

جب مکہ فتح ہوا تو آپ ﷺ کے سامنے وہ لوگ کھڑے تھے جنہوں نے آپ کو اذیتیں دیں، آپ کے صحابہ کو شہید کیا، آپ کو ہجرت پر مجبور کیا۔ لیکن آپ ﷺ نے انتقام لینے کے بجائے فرمایا:

"اذهبوا فأنتم الطلقاء"

"جاؤ! تم سب آزاد ہو۔"

یہ الفاظ اسلام کے عفو و درگزر کے اعلیٰ ترین مقام کو ظاہر کرتے ہیں۔

میثاقِ مدینہ کثیر المذاہب معاشرے کے لیے امن کا آئینی خاکہ

نبی اکرم ﷺ نے مدینہ میں ہجرت کے بعد مختلف مذاہب اور قبائل کے درمیان ایک آئینی معاہدہ تشکیل دیا جسے "میثاقِ مدینہ" کہتے ہیں۔ اس معاہدے کی بنیاد امن، باہمی احترام، اور مشترکہ دفاع پر رکھی گئی تھی۔ یہ معاہدہ آج کے بین الاقوامی تعلقات کے میدان میں بھی انسانی حقوق، مساوات، اور آزادی کا مظہر ہے۔ قرآن و

---

[4] الانفال، 8:61

[5] الفتح، 48:1

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

سنت کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام کا امن سے رشتہ جذباتی یا وقتی نہیں بلکہ اصولی، اخلاقی، اور عملی ہے۔ ان تعلیمات کو اگر عالمی سطح پر بروئے کار لایا جائے تو نہ صرف مسلمانوں کے مابین بلکہ انسانیت کے ہر طبقے میں آپ کی بات واضح ہو چکی ہے۔

احادیثِ نبوی ﷺ میں صلح، درگزر اور رحمت کے اصول

اسلام محض ایک مذہبی نظام نہیں بلکہ ایک ایسا ہمہ گیر ضابطۂ حیات ہے جو انسان کی ذاتی، سماجی، اخلاقی اور بین الاقوامی زندگی کے ہر پہلو کو امن، عدل اور خیر خواہی سے جوڑتا ہے۔ قرآن نے امن کو دین کا مرکزی جزو قرار دیا اور رسول اکرم ﷺ کی سیرت نے اس نظریے کو عملی شکل دی۔ اگر قرآن امن کا منشور ہے تو احادیثِ نبوی ﷺ اس کے عملی اطلاقات کی تفصیل ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی تمام زندگی صلح، درگزر اور رحم پر مبنی تھی، چاہے وہ مکہ میں ظلم سہنے کے دن ہوں، مدینہ میں ریاست کی بنیاد رکھنے کا مرحلہ ہو یا فتح مکہ کے وقت طاقت کے عروج پر دشمنوں کے ساتھ سلوک کی مثال ہو۔ آپ ﷺ نے اپنے اقوال، افعال، اور فیصلوں کے ذریعے صلح کو فوقیت دی، عفو کو عظمت کا معیار بنایا، اور رحم کو حکمرانی کا اصول۔ نبی کریم ﷺ نے صلح و اصلاح کی ایسی فضیلت بیان فرمائی جو عام عبادات سے بھی بلند درجہ رکھتی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ؟ قَالُوا: بَلَى. قَالَ: صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ، فَإِنَّ فَسَادَ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ[6]

"کیا میں تمہیں نماز، روزہ اور صدقہ سے بھی افضل چیز نہ بتاؤں؟ صحابہؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں! فرمایا: 'باہمی تعلقات کی اصلاح'، کیونکہ تعلقات کی خرابی دین کو مونڈ ڈالتی ہے۔"

یہ حدیث نہایت اہم پیغام لیے ہوئے ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ نے واضح فرمایا کہ عبادات کے باوجود اگر باہمی تعلقات خراب ہوں، یا معاشرے میں جھگڑے، دشمنیاں اور فساد موجود ہوں، تو یہ فساد دین کی جڑیں کاٹ دیتا ہے۔ صلح، اصلاح اور درگزر کا عمل محض اخلاقی فضیلت نہیں بلکہ ایک ایسا عمل ہے جس پر دین کی بقا کا انحصار ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معاشرتی ہم آہنگی، دینی ترقی کے لیے ضروری شرط ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ عالیہ میں سب سے نمایاں وصف رحم تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ[7]

"میں تو صرف رحمت بن کر بھیجا گیا ہوں۔"

یہ اعلانِ نبوی صرف ایک ذاتی وصف کا اظہار نہیں بلکہ امت کے لیے رہنما اصول ہے۔ آپ ﷺ نے رحم اور نرمی کو صرف قول تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے ہر سطح پر نافذ کیا۔ حتیٰ کہ دشمن کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا، اسیرانِ جنگ کو معاف کیا، اور مظلوم کے حق میں آواز بلند کی۔ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے مسلمان کی پہچان ہی یہ بتائی:

المسلمُ من سلِم المسلمونَ من لسانِه ويدِه[8]

"مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

یہ قولِ نبوی ﷺ، صلح و امن کے نظریے کو اس قدر بنیادی حیثیت دیتا ہے کہ اس کے بغیر انسان کی مسلمانی مکمل نہیں سمجھی جاتی۔ یہاں لفظ "سلِم" امن کا مصدر ہے، جس سے اسلام بھی مشتق ہے۔ گویا حقیقی مسلمان وہی ہے جو معاشرے کے لیے سراپا امن ہو، نہ کسی کی جان کو خطرہ ہو، نہ کسی کی عزت کو۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت میں عدل و رحمت ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ظلم کو روکنے کو بھی امن کا عمل قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

انصر أخاك ظالمًا أو مظلومًا[9]

"اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔"

جب صحابہؓ نے سوال کیا کہ ظالم کی مدد کیسے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

6 ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود، مکتبہ اسلامیہ لاہور، 2020، کتاب الأدب، حدیث 4919

7 نیشاپوری، امام حاکم، المستدرک للحاکم، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2011، حدیث 100

8 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2015، کتاب الجزیۃ حدیث 10

9 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2015، کتاب الجزیۃ، حدیث 2444

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

تحجزه أو تمنعه من الظلم، فإن ذلك نصره

یعنی: "تم اسے ظلم سے روک دو، یہی اس کی مدد ہے۔"

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں ظلم کو نظرانداز کرنا نہیں بلکہ اس کے خلاف کھڑے ہونا امن کی بنیاد ہے۔ عفو و درگزر کے میدان میں نبی ﷺ کی زندگی فتح مکہ کا منظر پیش کرتی ہے جہاں آپ ﷺ نے دشمنوں کو سزا دینے کے بجائے معاف کر دیا اور فرمایا:

"اذهبوا فأنتم الطلقاء"[10]

"جاؤ! تم سب آزاد ہو۔"

یہ جملہ دشمنوں کو تلوار سے نہیں، کردار سے فتح کرنے کی مثال ہے۔ ایسا رحم، ایسا صلح کا عمل آج کی عالمی قیادتوں کے لیے نمونہ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ایک اور جامع حدیث میں فرمایا:

الخَلقُ عِيالُ الله، فأحبُّ الخَلقِ إلى اللهِ مَن أحسَنَ إلى عِيالِه[11]

"تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اور اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ بھلائی کرے۔"

یہ حدیث انسانی ہمدردی، رواداری، اور عالمگیر امن کے تصور کو مافوق الفہم بلندی پر لے جاتی ہے۔ یہاں اسلامی دعوت کی حدیں امتِ مسلمہ سے نکل کر انسانیت تک پھیلتی ہیں۔ یوں احادیثِ نبوی ﷺ کا مطالعہ اس حقیقت کو روشن کرتا ہے کہ اسلام کا اصل پیغام صلح، درگزر، رحم، اور اصلاح ہے۔ اگر دنیا کے موجودہ تنازعات کا حل تلاش کرنا ہو، تو ان اصولوں کو عالمی سطح پر اپنانا ناگزیر ہے۔

اسلامی معاشرے میں امن کی بنیادیں

اسلامی معاشرہ ایک ایسا معاشرہ ہے جس کی بنیاد ایمان، عدل، رحمت اور اخوت پر قائم کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ میں ریاست قائم کی تو سب سے پہلا کام امن و امان کی فضا کو بحال کرنا تھا۔ اسلام نے معاشرتی نظام کو صرف احکام و قوانین کا مجموعہ نہیں بنایا بلکہ اسے روحانی، اخلاقی اور انسان دوست بنیادوں پر استوار کیا۔ ایک اسلامی معاشرہ وہی ہے جہاں ہر فرد دوسرے کے لیے باعثِ سلامتی ہو، جہاں اقلیتوں کو تحفظ حاصل ہو، جہاں عدل کا معیار طاقت و کمزوری سے بالاتر ہو، اور جہاں ہر قسم کے تعصب، نسلی و لسانی تفاخر اور طبقاتی امتیاز کی نفی ہو۔

اسلامی معاشرے کی سب سے پہلی بنیاد عدل ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ"[12]

یعنی: "اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔"

یہ آیت معاشرتی ڈھانچے کے اندر عدل کو محور قرار دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إنما هلَكَ من كان قبلَكم أنَّهم كانوا إذا سرقَ فيهمُ الشَّريفُ تركوه، وإذا سرقَ فيهمُ الضَّعيفُ أقاموا عليه الحدَّ[13]

"تم سے پہلے قومیں اس لیے ہلاک ہوئیں کہ وہ طاقتور کو چھوڑ دیتی تھیں اور کمزور پر سزا نافذ کرتی تھیں۔"

یہ بیان اسلامی معاشرے میں عدل کے غیر متزلزل اصول کی وضاحت کرتا ہے۔ دوسری بنیاد اخوت اور وحدت ہے۔ اسلام نے تمام انسانوں کو آدمؑ کی اولاد قرار دے کر نسلی و قومی تفاخر کو رد کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

المؤمنُ للمؤمنِ كالبنيانِ يشدُّ بعضُه بعضًا[14]

"مومن، مومن کے لیے ایسی عمارت کی مانند ہے جو ایک دوسرے کو مضبوط کرتی ہے۔"

---

[10] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، مکتبہ قادریہ، لاہور، 2011، ج4، ص45

[11] البیہقی، ابی بکر احمد بن الحسین، السنن الکبری بیہقی، مکتبہ رحمانیہ۔ لاہور، 2018، حدیث 7452

[12] النحل، 16:90

[13] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2015، کتاب الجزیۃ، حدیث 6787

[14] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2015، کتاب الجزیۃ، حدیث 481

یہی اخوت معاشرے میں الفت و محبت، ایثار و قربانی اور امن و امان کا ضامن بنتی ہے۔ اسلامی معاشرے کی تیسری بنیاد نرمی اور رحم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

إنَّ اللهَ رفيقٌ يحبُّ الرِّفقَ في الأمرِ كلِّهِ[15]

"اللہ نرمی والا ہے اور ہر کام میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔"

نرمی اور تحمل اسلام کی وہ صفات ہیں جو نہ صرف افراد کے درمیان تعلقات کو خوشگوار بناتی ہیں بلکہ ریاستی سطح پر بھی عوام کے ساتھ سلوک میں بہتری لاتی ہیں۔ یہی وہ اصول ہے جس نے خلفائے راشدین کے دور میں اسلامی ریاست کو پرامن معاشرے میں تبدیل کر دیا۔ آخر میں اسلامی معاشرے کی بنیاد "مشاورت" بھی ہے، جو شفافیت، شمولیت اور عوامی شرکت کی علامت ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

"وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ"[16]

یعنی: "ان کے معاملات آپس کے مشورے سے طے پاتے ہیں۔"

یہ آیت بتاتی ہے کہ اسلامی معاشرہ مطلق العنانیت پر نہیں بلکہ اجتماعی مشورے اور رائے پر قائم ہوتا ہے۔ یہ اصول حکومتی سطح پر بھی امن کی ضمانت دیتا ہے اور انفرادی و سماجی معاملات میں بھی تنازعات کو گفت و شنید سے حل کرنے کا طریقہ سکھاتا ہے۔ یوں اسلامی معاشرہ، جہاں عدل ہو، اخوت ہو، رحم ہو اور مشاورت ہو، وہی حقیقی امن کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ اگر آج کے مسلم معاشرے ان اصولوں کو اپنائیں تو داخلی خلفشار، مذہبی انتہا پسندی، لسانی تعصبات، اور دیگر تنازعات کا خاتمہ ممکن ہے، اور دنیا کو ایک معتدل اور پُرامن نظامِ زندگی فراہم کیا جا سکتا ہے۔

"أفضلُ الجهادِ كلمةُ حقٍّ عند سلطانٍ جائرٍ"

اسلامی تعلیمات میں حق گوئی کو نہایت بلند مقام حاصل ہے، خاص طور پر جب ظلم اور جبر کا نظام قائم ہو اور حکمران ظلم و استبداد پر اتر آئے۔ ایسی فضا میں سچ بولنا محض اخلاقی جرات نہیں بلکہ جہاد کے مرتبے پر فائز ہو جاتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے سچ اور عدل پر مبنی کلمۂ حق کو ظلم کے ایوانوں میں بلند کرنے کو "افضل الجہاد" قرار دیا ہے۔ یہ تعلیم ایک ایسا اصولی و اخلاقی معیار طے کرتی ہے جو نہ صرف فرد کی اخلاقی بلندی کا مظہر ہے بلکہ سماج کے ضمیر کو جگانے اور جابر قوتوں کو للکارنے کی بنیادی تحریک بھی فراہم کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أفضلُ الجهادِ كلمةُ حقٍّ عند سلطانٍ جائرٍ[17]

"سب سے افضل جہاد ظالم حکمران کے سامنے حق بات کہنا ہے۔"

یہ حدیث نبوی ﷺ اسلامی سیاسی اخلاقیات کا بنیادی ستون پیش کرتی ہے۔ اس میں "افضل الجہاد" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، جو واضح کرتا ہے کہ اگرچہ جہاد کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ جس میں نفس کے خلاف جہاد، علم کی ترویج، دفاعی جنگ، ظلم کے خلاف آواز شامل ہے لیکن ان میں سب سے اعلیٰ جہاد وہ ہے جس میں انسان ظالم حکمران کے سامنے سچ بولے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جہاں انسان کو جان، مال، عزت، اور آزادی کے خطرات لاحق ہو سکتے ہیں، لیکن اگر وہ حق کہنے سے پیچھے نہ ہٹے تو اسے افضل المجاہدین میں شمار کیا جاتا ہے۔

یہ حدیث کسی فرد یا گروہ کو بغاوت پر اکسانے کی ترغیب نہیں دیتی، بلکہ اصلاح، تنبیہ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اعلیٰ دینی فریضے کی وضاحت کرتی ہے۔ یہاں "کلمۃ حق" سے مراد وہ بات ہے جو عدل، انصاف، خیر خواہی اور اصلاح کے جذبے سے کہی جائے، نہ کہ انتشار یا فساد کی نیت سے۔

یہ اصول اسلامی تاریخ میں بارہا دیکھا گیا کہ علما و صلحاء نے جابر حکمرانوں کے سامنے ڈٹ کر کلمہ حق کہا، جیسے امام احمد بن حنبلؒ کا فتنے کے دور میں موقف، یا امام ابو حنیفہؒ کا حق گوئی کی پاداش میں قید کو برداشت کرنا۔ اسی طرح جدید دنیا میں بھی وہ مسلمان مفکرین اور قائدین جنہوں نے استبداد کے خلاف امن، گفت و شنید، اور سچائی پر مبنی مزاحمت اختیار کی، وہ اس حدیث کی عملی تصویر بنے۔

---

[15] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2015، کتاب الجزیۃ، حدیث 6927

[16] الشوریٰ، 42:38

[17] ترمذی، محمد بن عیسی، سنن ترمذی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2007، حدیث: 4209

یہ حدیث ہمیں سکھاتی ہے کہ امن کی راہ میں کلمۂ حق خاموشی سے زیادہ موثر ہتھیار ہے، اور معاشرے کی اصلاح، احتساب اور حق گوئی، جہاد کے اصل مفہوم کا بلند ترین درجہ ہے۔ اگر آج کے معاشرے میں علما، دانشور اور عام لوگ ظلم کے نظام کے سامنے سچائی اور عدل پر مبنی موقف اختیار کریں، تو یہ نہ صرف دینی فریضہ ہوگا بلکہ دنیا میں امن و عدل کے قیام کا سبب بھی بنے گا۔

صلح حدیبیہ: صبر و حکمت کا عملی نمونہ

صلح حدیبیہ تاریخِ اسلام کا ایک ایسا واقعہ ہے جو بظاہر ایک غیر مساوی اور ظاہری طور پر یک طرفہ معاہدہ نظر آتا ہے، لیکن حقیقت میں اس نے اسلام کے اخلاقی، سیاسی اور اسٹریٹیجک اصولوں کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس واقعہ نے ہمیں یہ سکھایا کہ بسا اوقات جنگ سے زیادہ امن، صلح، صبر اور حکمت کا راستہ طویل المدت کامیابی کا ذریعہ بنتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر ایک ایسا معاہدہ کیا جو دیکھنے میں کمزور محسوس ہوتا تھا، لیکن درحقیقت وہ فتح مبین کا دروازہ ثابت ہوا۔

صلح حدیبیہ سن 6 ہجری میں اس وقت ہوئی جب رسول اللہ ﷺ اور 1400 کے قریب صحابہؓ عمرہ کے ارادے سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے، لیکن کفارِ مکہ نے انہیں داخلے کی اجازت نہ دی۔ کئی روز کے مذاکرات کے بعد ایک معاہدہ طے پایا جس میں مسلمانوں کو بظاہر کئی رعایتیں دینا پڑیں: اسی سال عمرہ کی اجازت نہ ملی، معاہدہ کی زبان میں "رسول اللہ" کا لقب حذف کرنا پڑا، اور قریش کے کسی فرد کے مدینہ آنے پر اسے واپس کرنا، لیکن مسلمان کے بدلے اگر کوئی قریش کی طرف سے آتا تو اسے واپس نہ کیا جاتا۔ ان شرائط پر کئی صحابہ کو رنج ہوا، خصوصاً حضرت عمرؓ اس پر نہایت غمگین تھے۔ لیکن نبی ﷺ نے اس موقع پر صبر اور حکمت کا مظاہرہ کیا، اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے معاہدہ کو قبول فرمایا۔ قرآن نے اسی معاہدہ کو "فتح مبین" قرار دیا:

"إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا"[18]

"یقیناً ہم نے آپ کے لیے ایک واضح فتح عطا کی۔"

صلح حدیبیہ کا سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ حقیقی کامیابی صرف میدانِ جنگ میں نہیں بلکہ میدانِ تدبر، حلم، اور اصلاح میں بھی حاصل ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جان لیا تھا کہ اس معاہدے کے نتیجے میں جنگ بند ہوگی، قریش کا سخت رویہ نرم ہوگا، اور تبلیغ اسلام کے لیے دروازے کھلیں گے۔ اور یہی ہوا: صلح کے بعد دو برس کے اندر مکہ بغیر کسی جنگ کے فتح ہوا، لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے، اور وہ دشمن جو کل تک میدان جنگ میں تلواریں لیے کھڑے تھے، وہ آج آپ ﷺ کے درِ اقدس پر بیٹھے زانوئے ادب تہہ کیے نظر آئے۔

صلح حدیبیہ میں ہمیں نبی اکرم ﷺ کی وہ قیادت نظر آتی ہے جو جذبات سے زیادہ حکمت کو اہمیت دیتی ہے۔ آپ ﷺ نے وقتی دباؤ، دشمن کی چالاکیوں، اور اپنے ساتھیوں کی مایوسی کے باوجود اپنے اعلیٰ دینی وژن کو ترجیح دی۔ آپ ﷺ نے نہ صرف مسلمانوں کو ایک وقتی جنگ سے بچایا، بلکہ اسلام کی دعوت کو وسیع تر مواقع فراہم کیے۔ اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ امن کی راہ میں بسا اوقات وقتی نقصان یا پیچھے ہٹنا، اصل میں بڑی کامیابی کی تیاری ہوتا ہے۔ صلح حدیبیہ آج کے عالمی حالات کے لیے ایک نمونہ ہے۔ موجودہ دنیا، جو تصادم، انتقام، اور کشمکش کی فضا میں گھری ہوئی ہے، اسے صلح حدیبیہ جیسی قیادت، برداشت، اور مذاکرات پر مبنی حکمت عملی کی شدید ضرورت ہے۔ یہ واقعہ بتاتا ہے کہ امن کو اختیار کرنا کمزوری نہیں بلکہ قیادت کی بصیرت اور حکمت کا اعلیٰ ترین مظہر ہے۔

احادیث کی روشنی میں امن و مصالحت کے اصول

اسلام کا معاشرتی نظام خیر، سلامتی، اصلاح اور باہمی خیر خواہی پر مبنی ہے۔ دینِ اسلام کی تمام تر تعلیمات کا مرکز انسان کی بھلائی، معاشرے کا استحکام اور ظلم و فساد سے نجات ہے۔ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے قرآن کے ساتھ ساتھ سنتِ نبوی ﷺ یعنی احادیث بھی نہایت جامع اور واضح اصول فراہم کرتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبانِ مبارک سے ایسے اصول بیان فرمائے جو انفرادی کردار سازی سے لے کر اجتماعی نظامِ معاشرت تک، امن و مصالحت کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ زیر نظر باب میں دو اہم احادیث کی روشنی میں ان اصولوں کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

انفرادی رویے معاشرتی ڈھانچے کی بنیاد ہوتے ہیں، اور اگر افراد کی زبان اور عمل سے دوسرے لوگ محفوظ ہوں تو پورے معاشرے میں امن قائم ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمان کی تعریف کرتے ہوئے نہ صرف عبادات یا عقائد کا ذکر کیا بلکہ مسلمان کی عملی پہچان کو اس کے رویے سے جوڑا۔ یہ جامع تصورِ امن کی سب سے ابتدائی اور مضبوط سطح ہے، جو فرد سے شروع ہو کر معاشرے میں راسخ ہو جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

[18] الفتح، 48:1

المسلمُ من سلِمَ المسلمونَ من لسانِهِ ويدِهِ[19]

"مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

یہ حدیث محض ایک اخلاقی نصیحت نہیں بلکہ اسلامی معاشرت کا بنیادی اصول ہے۔ یہاں "سلم" کا مادہ "سلامت" اور "امن" سے ہے۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے کسی کی عزت، اور جس کے ہاتھ سے کسی کی جان یا مال کو خطرہ نہ ہو۔ گویا امن کا اصل آغاز فرد کی زبان اور ہاتھ کے قابو میں ہونے سے ہوتا ہے۔

اس حدیث کی انفرادیت یہ ہے کہ یہ ہمیں داخلی امن (inner peace) کے ساتھ ساتھ معاشرتی امن (social peace) کی طرف لے جاتی ہے۔ اگر ہر مسلمان اپنی زبان کو غیبت، بہتان، بدزبانی اور نفرت انگیزی سے روکے، اور اپنے ہاتھ کو ظلم، زیادتی، اور فساد سے بچائے، تو معاشرہ خود بخود امن کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ موجودہ زمانے میں جہاں سوشل میڈیا، سیاسی بیان بازی اور سماجی نفرتوں نے زبان اور عمل کو فتنہ انگیزی کا ذریعہ بنا دیا ہے، اس حدیث کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔

تشریح کے دوسرے پہلو میں یہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہاں "المسلمون" کا صیغہ استعمال کیا، جو جمع ہے، اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کسی فرد کی سلامتی تک محدود نہیں بلکہ اجتماعی سطح پر امن کا قیام چاہتا ہے۔ گویا مسلمان کی مسلمانی اسی وقت مکمل ہو گی جب اس کی ذات سے دوسرے لوگ مطمئن ہوں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ دین صرف دوسروں کو خوش کرنے کا نام ہے، بلکہ یہ اس ذمہ داری کی یاد دہانی ہے جو اسلام فرد پر عائد کرتا ہے کہ وہ سلامتی و تحفظ کا ذریعہ بنے۔

یہ حدیث اسلامی اصولِ معاشرت میں وہ بنیادی پتھر ہے جس پر پورا اخلاقی اور سماجی ڈھانچہ کھڑا ہوتا ہے۔ یہی اصول اگر ہر مسلمان کی زندگی میں نافذ ہو جائے تو مساجد، بازار، دفاتر، مدارس، پارلیمان اور حتیٰ کہ بین الاقوامی تعلقات میں بھی امن و سکون کی فضا قائم ہو سکتی ہے۔ اسلامی معاشرہ ایک خاندان کی طرح ہے، جس میں اختلافات، غلط فہمیاں اور جھگڑے بھی پیدا ہو سکتے ہیں، لیکن اسلام ان اختلافات کو برقرار رکھنے یا انہیں ہوا دینے کے بجائے اصلاح اور صلح کی تعلیم دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصلاحِ ذات البین کو نیکیوں میں بلند ترین مقام دیا گیا ہے اور اس عمل کو نزاعات اور فتنوں سے بچاؤ کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أصلِحوا بينَ أخَوَيْكُم[20]

"اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو۔"

یہ مختصر مگر جامع حدیث ہمیں ایک بڑا اخلاقی، سماجی اور دینی سبق دیتی ہے: اختلافات کو بڑھانے کے بجائے ختم کرنا، اور تعلقات کی خرابی کو سلجھانا ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔ اس میں خاص طور پر لفظ "أخويكم" (تمہارے دو بھائیوں) استعمال ہوا ہے، جس سے نبی ﷺ نے اس بات کی وضاحت فرمائی کہ مسلمانوں کے آپسی تعلقات بھائی چارے پر مبنی ہونے چاہئیں۔ بھائیوں میں کبھی غلط فہمیاں ہو سکتی ہیں، مگر ان کا حل بائیکاٹ یا شدت پسندی نہیں بلکہ اصلاح ہے۔

صلح کرانے کا مطلب صرف ایک فریق کو جیت دلانا یا دوسرے کو ہرا دینا نہیں، بلکہ انصاف اور نرمی سے ایسا ماحول پیدا کرنا ہے جہاں دونوں فریق ایک دوسرے کی بات کو سمجھیں، اپنی غلطیوں کا اعتراف کریں، اور آئندہ بہتر تعلقات کی بنیاد رکھیں۔ اس حدیث سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ صلح کرانا صرف علما یا حکام کی ذمہ داری نہیں بلکہ عام مسلمانوں کی بھی ذمہ داری ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں اگر ہم مسلم معاشروں کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت واضح ہو گی کہ بیشتر فسادات، خاندانی جھگڑے، قبائلی عداوتیں اور سیاسی اختلافات اس لیے طول پکڑتے ہیں کہ لوگ بیچ بچاؤ یا اصلاح کی کوشش کرنے کے بجائے فریق بن جاتے ہیں۔ جبکہ رسول اکرم ﷺ کا حکم یہ ہے کہ اصلاح کو اپنی ذاتی ذمہ داری سمجھو۔ یہ حدیث قرآن کی اس آیت کی عملی تفسیر بھی ہے:

"إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ"[21]

"مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں، لہٰذا اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ۔"

---

[19] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2015، کتاب الجزیۃ، حدیث 10

[20] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2015، کتاب الجزیۃ، حدیث 2707

[21] الحجرات، 49:10

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اسلامی تعلیمات میں اصلاحِ ذات البین کو ایسی عبادت قرار دیا گیا ہے جو جھوٹ بولنے کو بھی (محدود اور مخصوص حالات میں) جائز کر دیتی ہے اگر مقصد صرف صلح ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لیس الكذّابُ الذي يُصلِحُ بينَ الناسِ، فينمي خيرًا، أو يقولُ خيرًا[22]

"وہ جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے، خیر کی بات کو آگے بڑھائے یا صلح کے لیے اچھی بات کہے۔"

یہ وسعتِ اخلاق اور عمقِ بصیرت کا مظہر ہے۔ موجودہ دور میں، جب مسلم دنیا اندرونی خلفشار، خانہ جنگیوں، سیاسی دشمنیوں اور فرقہ وارانہ تنازعات کا شکار ہے، اس حدیث کی عملی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اصلاح ذات البین نہ صرف ایک دینی حکم ہے بلکہ پرامن معاشرتی نظام کے قیام کی بنیاد بھی ہے۔ اگر مسلم معاشرے کے افراد اس حکم کو سنجیدگی سے لیں، تو بہت سی لڑائیاں، فتنہ انگیزیاں اور بدگمانیاں ختم ہو سکتی ہیں، اور امت کو داخلی استحکام حاصل ہو سکتا ہے۔

اسلام کا معاشرتی پیغام ظلم و زیادتی کے خلاف مضبوط دیوار ہے، اور مظلوم کی حمایت اس کی بنیادی اقدار میں شامل ہے۔ تاہم رسول اکرم ﷺ نے ظلم کے خلاف ایک ایسا انقلابی نظریہ عطا فرمایا جو اس وقت کے قبیلائی معاشرے کے لیے حیران کن اور آج کی دنیا کے لیے رہنما اصول ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا:

انصر أخاك ظالمًا أو مظلومًا[23]

"اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔"

یہ ارشادِ نبوی بظاہر حیران کن محسوس ہوتا ہے کیونکہ ظالم کی مدد؟ یہ کیسا اصول ہے؟ صحابہ کرامؓ بھی اسی الجھن میں مبتلا ہوئے اور عرض کیا:

"نَنْصُرُهُ مَظْلُومًا، فَكَيْفَ نَنْصُرُهُ ظَالِمًا؟"

"ہم مظلوم کی تو مدد کرتے ہیں، مگر ظالم کی مدد کیسے کریں؟"

یہ حدیث اسلامی عدل کا نچوڑ ہے۔ اس میں بتایا گیا کہ ظلم کسی بھی صورت میں قابل برداشت نہیں، حتیٰ کہ اگر وہ تمہارے بھائی یا قریبی عزیز سے بھی سرزد ہو رہا ہو۔ حقیقی حمایت، محبت یا وفاداری یہ نہیں کہ ہم کسی کے غلط فعل کا ساتھ دیں بلکہ سچی مدد یہ ہے کہ ہم اسے برائی سے روکیں، ظلم کے انجام سے خبردار کریں، اور بھٹکی ہوئی روش کو عدل و اصلاح کی طرف موڑیں۔

یہ تعلیم آج کی دنیا کے اس کلچر سے بالکل مختلف ہے جہاں لوگ اپنے سیاسی، مسلکی یا خاندانی تعلقات کی بنیاد پر ظالم کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہمیں بتاتا ہے کہ ظلم کے خلاف کھڑے ہونا ہی حقیقی امن کی بنیاد ہے۔ اگر معاشرے کا ہر فرد اپنے قریبی لوگوں کے ظلم کو ظلم سمجھے، اور اس کے خلاف اخلاقی و عملی اقدام کرے، تو نہ صرف مظلوم کو انصاف ملتا ہے بلکہ ظالم کو اصلاح کا موقع بھی دیا جاتا ہے۔

اسلامی تہذیب میں ظلم کے خلاف اجتماعی رویے کو امن و عدل کی کنجی سمجھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں فرمایا گیا:

"وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ"[24]

"اور ظالموں کی طرف ذرا بھی نہ جھکو، ورنہ تمہیں بھی آگ آ لے گی۔"

اس آیت اور مذکورہ حدیث میں مشترکہ پیغام یہ ہے کہ ظلم کو روکنا اور اس کی مخالفت کرنا صرف مستحب عمل نہیں بلکہ دینی فریضہ ہے۔ یہی وہ رویہ ہے جو معاشرے میں امن، عدل اور اعتدال کو قائم رکھتا ہے۔ اسلام کے امن و مصالحت کے اصول صرف مسلمانوں یا اہلِ ایمان کے درمیان محدود نہیں، بلکہ ان کا دائرہ پوری انسانیت پر محیط ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے انسانوں کو اللہ کا کنبہ (عیال) قرار دے کر ان کی عظمت و حرمت کو اس سطح پر بلند کر دیا جہاں ہر فرد خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، ایک اعلیٰ روحانی قدر کا حامل بن جاتا ہے۔ اس کی بنیاد پر امن، ہمدردی، خیر خواہی اور رحم کی وہ فضا پیدا ہوتی ہے جو بین الانسانی تعلقات کو فساد، تعصب اور نفرت سے پاک کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الخَلْقُ عِيالُ الله، فأحبُّ الخَلْقِ إلى اللهِ مَن أحسَنَ إلى عِيالِه[25]

---

[22] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2015، کتاب الجزیۃ، حدیث 2692

[23] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2015، حدیث: 2444

[24] ہود، 11:113

[25] البیہقی، ابی بکر احمد بن الحسین، السنن الکبریٰ بیہقی، مکتبہ رحمانیہ۔ لاہور، 2018، حدیث: 7452

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

"تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اور اللہ کے نزدیک محبوب ترین وہ شخص ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ حسنِ سلوک کرے۔"

یہ حدیث ہمیں اسلام کا عالمی اور آفاقی اخلاقی تصور عطا کرتی ہے۔ یہاں "الخلق" کا لفظ استعمال ہوا ہے، جو تمام مخلوقات کو شامل کرتا ہے، نہ صرف مسلمان، بلکہ غیر مسلم، غریب، امیر، انسان، جانور، حتیٰ کہ فطرت کی ہر چیز۔ "عیال اللہ" کا تصور اس بات کی یاد دہانی ہے کہ ہم سب ایک خالق کے بندے اور ایک ہی کنبے کے افراد ہیں، اور ہمارے تعلقات صرف دنیاوی مفادات یا نسبی روابط پر نہیں بلکہ خالقِ کائنات کے روحانی رشتے پر قائم ہیں۔ یہ حدیث امن، رواداری، سماجی ہمدردی اور بین المذاہب ہم آہنگی کی وہ بنیاد ہے جس کی دنیا کو آج اشد ضرورت ہے۔ اسلام کا یہ پیغام کہ انسانی خدمت اللہ کی قربت کا ذریعہ ہے، نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ پوری دنیا کے لیے انسانی قدروں کا عالمگیر پیغام ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ کوئی بھی مسلمان جب دوسروں کے ساتھ رحم، شفقت، ہمدردی اور تعاون کا رویہ اپناتا ہے، وہ محض انسانیت کی خدمت نہیں بلکہ خالقِ کائنات کی رضا حاصل کرتا ہے۔ یہی وہ اصول ہے جو اسلامی تعلیمات کو صرف عقیدہ یا عبادات تک محدود نہیں رکھتا بلکہ معاشرتی فلاح و بہبود اور عالمگیر امن کا مؤثر ذریعہ بنا دیتا ہے۔

آج کی دنیا، جہاں نسلی تعصبات، مذہبی منافرت، اور لسانی جھگڑے عام ہیں، اس حدیث میں دی گئی تعلیم انسانیت کے لیے روشنی کا مینار ہے۔ یہ تعلیم ہر اس دل کو مخاطب کرتی ہے جو انسانی عظمت، وقار، اور باہمی خیر خواہی پر یقین رکھتا ہے۔

1. عدل وانصاف (العدل)
2. رحمت وعفو (الرحمة، العفو)

امن ومصالحت کے اسلامی اصولوں کی اقسام

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو نہ صرف عبادات اور عقائد پر زور دیتا ہے بلکہ معاشرتی و اجتماعی نظام کی تعمیر کے لیے بھی جامع اصول عطا کرتا ہے۔ ان اصولوں میں امن و مصالحت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اسلامی اخلاقیات، قانون اور سیاست سب کی بنیاد ان اعلیٰ اقدار پر رکھی گئی ہے جن کا مقصد ظلم، فساد اور انتقام کے بجائے عدل، رحم، اور اصلاح کو فروغ دینا ہے۔ زیرِ نظر باب میں دو ایسے اصولوں کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے جن پر امن و مصالحت کی عمارت قائم ہے: عدل اور رحمت۔

عدل وانصاف (العدل): قرآن وحدیث کی روشنی میں

اسلامی تعلیمات میں "عدل" محض ایک قانونی یا عدالتی اصول نہیں بلکہ ایک ایسا ہمہ گیر تصور ہے جو فرد، خاندان، معاشرہ اور ریاست سب پر یکساں لاگو ہوتا ہے۔ عدل سے مراد ہر شے کو اس کا حق دینا اور ہر معاملے میں توازن و برابری کو قائم رکھنا ہے۔ قرآنِ مجید نے عدل کو نہ صرف فریضہ قرار دیا ہے بلکہ اسے تقویٰ کے قریب تر عمل کہا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ[26]

"اے ایمان والو! اللہ کے لیے مضبوطی سے انصاف پر قائم رہو، اور انصاف کے ساتھ گواہی دو۔ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ اُبھارے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو، یہی تقویٰ کے قریب تر ہے۔"

یہ آیت عدل کو صرف دوستوں یا اپنوں کے لیے نہیں بلکہ دشمنوں کے ساتھ بھی لازم قرار دیتی ہے۔ یہی وہ تعلیم ہے جو انسانی تاریخ میں انقلاب لے کر آئی۔ یہاں عدل کو ذاتی تعصبات، گروہی مفادات یا سیاسی دشمنی کی بنیاد پر قربان کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اسی اصول کو نبی کریم ﷺ نے اپنی عملی زندگی میں مکمل طور پر نافذ کیا۔ ایک مشہور واقعے میں جب قریش کی ایک عورت (فاطمہ بنت اسود) چوری کے جرم میں پکڑی گئی اور سفارش کی کوشش ہوئی، تو رسول اکرم ﷺ نے سختی سے رد کرتے ہوئے فرمایا:

---

[26] المائدہ، 5:8

واللهِ، لو أنَّ فاطمةَ بنتَ محمدٍ سرقَتْ، لقطعتُ يدَها[27]

"خدا کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔"

یہ مثال ظاہر کرتی ہے کہ اسلامی عدل کسی شخصیت، مقام، خاندان یا حیثیت کو نہیں دیکھتا بلکہ ہر انسان کے ساتھ یکساں سلوک کو یقینی بناتا ہے۔ عدل، صلح و امن کی جڑ ہے کیونکہ جہاں عدل نہ ہو، وہاں انتقام، بغاوت، اور انتشار جنم لیتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

إنَّ المُقْسِطينَ عندَ اللهِ على منابرَ من نورٍ عن يمينِ الرحمنِ، وكلتا يدَيهِ يمينٌ، الذينَ يعدلونَ في حُكمِهم وأهلِيهم وما وَلُوا[28]

"عدل کرنے والے لوگ قیامت کے دن اللہ کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے، وہ لوگ جو اپنے فیصلوں، اہل و عیال، اور ماتحتوں میں انصاف کرتے ہیں۔"

آج کی دنیا میں، جہاں ظلم، دوہرا معیار، اور قانون کی خلاف ورزی نے معاشرتی ڈھانچے کو متزلزل کر دیا ہے، اسلامی اصولِ عدل ہی وہ حل ہے جو پائیدار امن قائم کر سکتا ہے۔ عدل ہی وہ ستون ہے جس پر صلح، رواداری، اور باہمی احترام کی عمارت کھڑی کی جا سکتی ہے۔

رحمت و عفو (الرحمة، العفو): نرم روی، معافی، درگزر

اسلامی تعلیمات میں رحمت اور عفو (معافی) کو روحِ دین قرار دیا گیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی پوری زندگی اس بات کا مظہر ہے کہ آپ ﷺ نے نہ صرف دشمنوں کو معاف کیا، بلکہ اُن کے ساتھ رحمت، حلم، اور نرمی کا برتاؤ کیا۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی "رحمت" قرار دیا:

"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ"[29]

"اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

رحمت کا یہ مفہوم صرف مسلمانوں تک محدود نہیں بلکہ "لِّلْعَالَمِينَ" کے لفظ نے اس کی وسعت کو پوری کائنات تک پھیلا دیا ہے۔ یہی وہ رحمت ہے جس کا عملی مظاہرہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر کیا، جب آپ ﷺ نے ان دشمنوں کو، جنہوں نے آپ پر ظلم کیے تھے، عام معافی عطا کی اور فرمایا:

اذهبوا فأنتم الطلقاء

"جاؤ، تم سب آزاد ہو۔"

یہ تاریخی معافی، انتقام کے بجائے عفو و رحمت کو اختیار کرنے کا وہ اعلیٰ ترین نمونہ ہے جو قیامت تک کے لیے امت کے حکمرانوں، قائدین، اور عام لوگوں کے لیے نمونہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ارحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء[30]

"زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔"

اسی طرح معافی کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا:

"فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ"[31]

"پس معاف کر دو اور درگزر کرو، بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

اسلامی روایات میں معافی کو ایک کمزوری نہیں بلکہ اعلیٰ ظرفی، اخلاقی برتری، اور روحانی عظمت کی علامت سمجھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں آیا:

---

[27] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2015، کتاب الجزیۃ، حدیث 6787

[28] مسلم، حجاج بن قشیری، صحیح مسلم، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2014، 1827

[29] الانبیاء، 21:107

[30] ترمذی، محمد بن عیسی، سنن ترمذی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2007، حدیث 1924

[31] المائدہ، 5:13

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.8.No.2 2025

ما نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِن مالٍ، وما زادَ اللهُ عبدًا بعَفْوٍ إلَّا عِزًّا[32]

"صدقہ مال کو کم نہیں کرتا، اور جو معاف کرتا ہے اللہ اس کی عزت میں اضافہ کرتا ہے۔"

یہ تعلیمات واضح کرتی ہیں کہ امن و مصالحت کے لیے صرف عدالتی انصاف ہی نہیں بلکہ رحمت و عفو بھی لازمی ہیں۔ جہاں عدل سخت فیصلے کی بنیاد ہے، وہیں عفو و رحمت دلوں کو جوڑنے، تلخیاں ختم کرنے، اور پائیدار امن قائم کرنے کا ذریعہ ہیں۔

اسلامی نظامِ معاشرت اور اجتماعی نظم و نسق کا ایک اہم امتیاز یہ ہے کہ وہ سماجی انصاف، شراکت، اور اخلاقی تربیت کے جامع اصولوں پر قائم ہے۔ عدل و رحمت جیسے بنیادی اصولوں کے ساتھ ساتھ اسلام نے امن و مصالحت کے قیام اور پائیداری کے لیے مزید اخلاقی و سماجی اقدار کا دائرہ بھی قائم کیا ہے۔ زیرِ نظر حصہ میں ہم تین ایسے اصولوں کا تفصیلی جائزہ لیں گے جو نہ صرف باہمی تعلقات میں بہتری لاتے ہیں بلکہ اجتماعی فیصلہ سازی، جذباتی استحکام، اور تنازعات کے حل کے لیے عملی رہنمائی فراہم کرتے ہیں:

1. مشاورت (الشوری) فیصلہ سازی میں شمولیت
2. صبر و تحمل (الصبر) جذبات پر قابو
3. ثالثی و گفت و شنید (التحکیم) تنازعات کے حل کا طریقہ

مشاورت (الشوری): فیصلہ سازی میں شمولیت

اسلامی نظام حکومت اور معاشرت کی بنیاد اجتماعیت اور شمولیت پر ہے، جس کی عملی شکل "شوری" ہے۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کی صفات میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے معاملات باہمی مشورے سے طے کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ"[33]

ترجمہ: "اور ان کے معاملات آپس کے مشورے سے طے پاتے ہیں۔"

یہ آیت اسلامی نظمِ اجتماعی کا بنیادی اصول بیان کرتی ہے، جو محض حکومت تک محدود نہیں بلکہ خاندانی، قبائلی، سماجی اور علمی ہر سطح پر قابلِ اطلاق ہے۔ نبی کریم ﷺ خود فیصلے سے قبل صحابہؓ سے مشورہ فرماتے تھے، حتیٰ کہ غزوہ بدر، احد اور خندق جیسے اہم معاملات میں بھی آپ ﷺ نے صحابہ کے مشورے کو بنیاد بنایا۔ ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا:

"وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ"[34]

"اور ان سے مشورہ کرو معاملے میں۔"

یہ حکم اس وقت نازل ہوا جب غزوہ اُحد کے بعد مسلمانوں کو نقصان ہوا، اور اللہ نے اس کے باوجود مشورے کو ترک نہ کرنے کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشاورت صرف فائدے کے وقت کی ضرورت نہیں بلکہ ایک اصولی عمل ہے، جو اجتماعی اعتماد اور امن کی بنیاد ہے۔ مشورہ دراصل فریقین کے درمیان احترام، اعتماد، اور برابری کے جذبے کو فروغ دیتا ہے۔ یہ طرزِ عمل آمریت، انفرادیت، اور زبردستی کے خلاف ایک مہذب متبادل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین نے اپنے دورِ خلافت میں مجلسِ شوریٰ کو اہم مقام دیا۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ جیسے خلفا نے ہر بڑے فیصلے میں رائے عامہ کو شامل کیا۔

صبر و تحمل (الصبر): جذبات پر قابو

امن و مصالحت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ جذبات کی شدت اور انتقامی رویہ ہوتا ہے۔ اسلام نے ایسے ماحول میں صبر کو ایک ایسی اخلاقی خوبی کے طور پر متعارف کرایا جو نہ صرف فرد کو باطنی طاقت عطا کرتا ہے بلکہ معاشرتی سطح پر بھی تصادم سے بچاؤ کا ذریعہ بنتا ہے۔ قرآن کریم میں بار بار صبر کی فضیلت اور اس کے نتیجے میں امن کے قیام کو بیان کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[32] مسلم، حجاج بن قشیری، صحیح مسلم، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2014، حدیث 2588

[33] الشوری، 42:38

[34] آل عمران، 3:159

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

"وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ"[35]

"اور وہ جو غصے کو پی جاتے ہیں، اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں، اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔"

یہ آیت صبر، ضبط نفس، اور درگزر کو آپس کے تعلقات میں حسنِ سلوک کے اعلیٰ معیار کے طور پر پیش کرتی ہے۔ یہاں محض برداشت نہیں بلکہ "غصے کو پی جانا" اور "لوگوں کو معاف کرنا" ایک اعلیٰ روحانی درجہ قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ليس الشديدُ بالصُّرَعةِ، إنما الشديدُ الذي يملكُ نفسَه عند الغضب[36]

"طاقتور وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے، بلکہ اصل طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔"

یہ حدیث اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ امن و مصالحت کے لیے ضروری ہے کہ انسان جذباتی ردعمل کے بجائے صبر و بردباری کو اپنائے۔ صبر، دلوں کی سختی کو نرم کرتا ہے، دشمنیوں کو مٹاتا ہے، اور اصلاح و خیر خواہی کا راستہ ہموار کرتا ہے۔

ثالثی و گفت و شنید (التحکیم): تنازعات کے حل کا طریقہ

تنازع کسی بھی انسانی معاشرے کا ایک لازمی جزو ہے، مگر اسلام نے ان تنازعات کو ختم کرنے کے لیے ثالثی (تحکیم)، گفت و شنید، اور ثالثانہ تصفیے کے اصول متعارف کرائے۔ ان اصولوں کا مقصد یہ ہے کہ فریقین آپس کی لڑائی کو پر امن طریقے سے کسی قابل قبول حل تک پہنچا سکیں، نہ کہ طاقت، انتقام یا جبر کے ذریعے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

"فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا"[37]

"تو ایک ثالث مرد کے خاندان سے اور ایک عورت کے خاندان سے مقرر کرو؛ اگر وہ صلح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت پیدا فرمادے گا۔"

یہ آیت خاص طور پر خاندانی جھگڑوں، جیسے میاں بیوی کے مابین اختلافات کے لیے ہے، مگر اس کا اصول عمومی ہے یعنی تنازع میں فریقین کے نمائندے بیٹھیں، سنیں، سمجھیں اور صلح کا راستہ نکالیں۔ نبی کریم ﷺ نے قبائل کے درمیان اختلافات کو ثالثی کے ذریعے حل کیا۔ مثال کے طور پر حجرِ اسود کی تنصیب کے وقت جب قریش کے قبائل آپس میں لڑنے پر آمادہ ہو گئے تو آپ ﷺ نے ایک ثالثانہ تجویز پیش کی، جسے سب نے قبول کیا، اور یوں ایک خونریز تنازع امن سے حل ہو گیا۔

اسی طرح قرآن نے مسلمانوں کے درمیان جنگ کی صورت میں بھی صلح کا حکم دیا:

"وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا"[38]

"اور اگر دو گروہ مسلمانوں میں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔"

یہ تعلیم دنیا کے تمام نظامِ انصاف کے لیے مشعلِ راہ ہے کہ اسلام صرف سزا اور انتقام پر نہیں بلکہ ثالثی، گفت و شنید، اور صلح کی بنیاد پر فیصلے کا خواہاں ہے۔

موجودہ عالمی تنازعات کا جائزہ

عالمی سطح پر آج کئی ایسے متنازعہ علاقے اور مسائل موجود ہیں جو صدیوں پر محیط سیاسی، مذہبی، لسانی اور نسلی اختلافات کا نتیجہ ہیں۔ ان تنازعات کی پیچیدگی اور گہرائی کو سمجھنا امن و مصالحت کے اسلامی اصولوں کو مؤثر طریقے سے نافذ کرنے کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اس باب میں ہم چند اہم عالمی تنازعات کا جائزہ لیں گے، خاص طور پر فلسطین، کشمیر، افغانستان، اور شام کے مسائل پر روشنی ڈالیں گے اور ان میں مذہبی، نسلی اور لسانی عوامل کا تفصیلی تذکرہ کریں گے۔

---

[35] آل عمران، 3:134

[36] مسلم، حجاج بن قشیری، صحیح مسلم، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2014، حدیث 2609

[37] النساء، 4:35

[38] الحجرات، 49:9

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

فلسطین کا مسئلہ

فلسطین کا مسئلہ بیسویں صدی کے اوائل سے مشرقِ وسطیٰ کے سب سے پیچیدہ سیاسی و انسانی بحرانوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ تنازعہ بنیادی طور پر ایک زمین اور خود مختاری کی جنگ ہے، جس کے پس منظر میں مذہبی، نسلی، اور تاریخی عوامل گہرائی رکھتے ہیں۔

فلسطینی عوام کا عقیدہ ہے کہ یہ زمین ان کی تاریخی وراثت ہے، جبکہ اسرائیلیوں کا دعویٰ ہے کہ یہ ان کی مقدس سرزمین ہے۔ اس کے علاوہ، یہودیت، اسلام اور مسیحیت کی مشترکہ مقدس مقامات کی موجودگی نے اس تنازعے کو ایک مذہبی جہت بھی دی ہے، جس سے کشیدگی اور شدت میں اضافہ ہوا ہے۔ اس تنازعہ کی پیچیدگی میں نسلی عناصر بھی شامل ہیں، جہاں دونوں فریق ایک دوسرے کو نسلی طور پر کمتر یا غیر قانونی قرار دیتے ہیں، جو نسل پرستی اور نفرت کی فضا کو بڑھاتا ہے۔

کشمیر کا مسئلہ

کشمیر کا تنازعہ جنوبی ایشیا کا ایک دیرینہ اور پیچیدہ مسئلہ ہے، جو انڈیا اور پاکستان کے درمیان سیاسی، مذہبی، اور لسانی اختلافات کا مرکز رہا ہے۔ کشمیر کی جغرافیائی اہمیت کے علاوہ، اس کا مسلمان اکثریتی آبادی ہونا اس تنازعے کو مذہبی اور نسلی رنگ دیتا ہے۔ یہ تنازعہ 1947 کے برصغیر کی تقسیم کے بعد شروع ہوا جب ریاست جموں و کشمیر کی شہزادی نے بھارت کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کیا، جسے پاکستان نے تسلیم نہیں کیا۔ اس تنازعے میں کشمیری عوام کی خودارادیت کی خواہش اور بھارت کی یکطرفہ پالیسیوں نے کشیدگی کو اور بڑھایا ہے۔ لسانی اعتبار سے کشمیری زبان، پشتو اور دیگر علاقائی زبانوں کی اہمیت نے بھی مسئلے کو پیچیدہ بنایا ہے، کیونکہ مختلف لسانی گروہ اپنے حقوق اور ثقافتی شناخت کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔

افغانستان کا مسئلہ

افغانستان میں جاری تنازعات کی جڑ سرد جنگ کے دور میں سوویت یونین کے حملے اور اس کے بعد کے خانہ جنگی کے پیچیدہ مراحل میں ہے۔ افغانستان کی نسلی ساخت میں پشتون، تاجک، ہزارہ، ازبک اور دیگر قبائل شامل ہیں جن کے مابین نسلی کشیدگی اور سیاسی اقتدار کے حصول کی جدوجہد نے امن کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی ہیں۔ علاوہ ازیں، افغانستان کا مسئلہ مذہبی بنیادوں پر بھی گہرائی رکھتا ہے، خاص طور پر طالبان اور دیگر مسلح گروہوں کے نظریات اور افغانستان کی مذہبی و سیاسی تشریحات میں اختلافات نے ملک کو ایک متنازع میدان بنا دیا ہے۔

شام کا مسئلہ

شام کا تنازعہ 2011 میں شروع ہونے والے عرب بہار کے سلسلے میں ایک خانہ جنگی میں تبدیل ہو گیا ہے، جس نے اس خطے میں کشیدگی کو عالمی سطح پر پھیلایا ہے۔ اس تنازعہ میں مذہبی، نسلی، اور سیاسی عناصر گھل مل کر ایک پیچیدہ تصویر پیش کرتے ہیں۔ شام کی آبادی میں سنی، علوی، کرد، اور دیگر نسلی و مذہبی گروہ شامل ہیں، جن کی آپسی کشیدگی اور سیاسی حقوق کے لیے جدوجہد نے ملک کی سالمیت کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔

اس تنازعے میں عالمی طاقتیں بھی شامل ہو گئی ہیں، جس نے صورت حال کو مزید پیچیدہ اور خونی بنا دیا ہے۔ ان عالمی تنازعات کی گہرائی کو سمجھنا اسلامی امن و مصالحت کے اصولوں کی روشنی میں بہت ضروری ہے، کیونکہ صرف انہی اصولوں کی مدد سے ان تنازعات کے پیچیدہ مذہبی، نسلی اور لسانی رنگوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے پائیدار امن قائم کیا جا سکتا ہے۔ ان مسائل کا حل فوری اور جارحانہ اقدامات کے بجائے تحمل، مشاورت، ثالثی اور رحم کی بنیاد پر ممکن ہے، جو اسلامی تعلیمات کی اساس ہیں۔

موجودہ بین الاقوامی امن کی کوششیں اور ان کی ناکامیاں

عالمی برادری نے گزشتہ صدی میں امن قائم کرنے اور بین الاقوامی تنازعات کو ختم کرنے کے لیے متعدد ادارے اور معاہدے قائم کیے ہیں۔ اقوام متحدہ (UN)، عالمی امن مشن (Peacekeeping missions)، مختلف دوطرفہ اور کثیرالطرفہ معاہدات اور مذاکراتی عمل اس سلسلے کی مثالیں ہیں۔ مگر ان کوششوں کے باوجود عالمی امن کا قیام آج تک ایک پیچیدہ چیلنج بنا ہوا ہے۔ اقوام متحدہ کی امن مشنیں، جیسے کہ کانگو، صومالیہ، اور دارفور میں تعینات مشن، نے وقتی امن قائم کیا مگر مستقل حل فراہم کرنے میں ناکام رہیں۔ عالمی طاقتوں کی سیاسی مفادات کی کشمکش، علاقائی تنازعات میں مداخلت، اور داخلی خلفشار نے ان کوششوں کو محدود کر دیا۔ مزید برآں، عالمی سطح پر بڑھتی ہوئی دہشت گردی، نسلی اور مذہبی تعصبات، اور اقتصادی عدم مساوات نے امن کے قیام کی راہ میں مزید رکاوٹیں کھڑی کی ہیں۔ بین الاقوامی امن کی کوششوں کی ناکامی کی ایک بنیادی وجہ ان کوششوں کا عموماً سیاسی اور عسکری حل پر انحصار کرنا ہے، جس سے معاشرتی اور اخلاقی بنیادوں کی نظراندازی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ، دنیا کے مختلف خطوں میں امن کی حکمت عملیوں کا ایک جیسا نہ ہونا بھی مسائل کو پیچیدہ کرتا ہے۔

اسلامی امن کے ماڈل کی ضرورت و افادیت

اسلامی امن کے ماڈل کی بنیاد قرآن و حدیث کی روشنی میں قائم اخلاقی، سماجی، اور سیاسی اصولوں پر ہے، جو عالمی امن کے لیے ایک جامع اور پائیدار حل پیش کرتے ہیں۔ اسلام کا امن تصور صرف جنگ کی کمی نہیں بلکہ عدل، رحم، مشاورت، صبر، اور اصلاح ذات البین پر مبنی ہے، جو انسانیت کے تمام طبقات میں ہم آہنگی اور بھائی چارہ قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اسلامی تعلیمات میں امن کو صرف حکومتی یا سیاسی امن نہیں بلکہ فرد، معاشرہ اور عالمگیر سطح پر امن کی جامع تصویر کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت میں صلح حدیبیہ، مشاورت کی روایت، اور مختلف قبائل کے درمیان ثالثی کی مثالیں ہمیں اس بات کی تعلیم دیتی ہیں کہ امن کی بنیاد محبت، تحمل اور انصاف پر رکھی جاتی ہے، نہ کہ صرف طاقت اور عسکری حکمت عملی پر۔

اسلامی امن کے ماڈل کی افادیت اس میں مضمر ہے کہ یہ:

- ہر فریق کی عزت نفس اور حقوق کا خیال رکھتا ہے،
- ظلم و ناانصافی کے خلاف کھڑا ہوتا ہے،
- جارحیت کے بجائے صبر، معافی اور اصلاح پر زور دیتا ہے،
- انسانی ہمدردی اور بھائی چارہ کو فروغ دیتا ہے،
- اور ہر سطح پر مشاورت اور اتفاق رائے کو اہمیت دیتا ہے۔

یہ ماڈل خاص طور پر ان ممالک اور خطوں میں جہاں مذہبی اور نسلی کشیدگیاں پائی جاتی ہیں، امن کے قیام کے لیے نہایت مؤثر ثابت ہو سکتا ہے، جہاں عالمی طاقتوں کے سیاسی مفادات اور عسکری مداخلتیں ناکامی کا سبب بنتی ہیں۔

اسلامی اصولوں کا جدید عالمی تناظر میں اطلاق

عالمی سیاست میں امن و مصالحت کے اسلامی اصولوں کی افادیت آج کی دنیا میں بے حد اہمیت رکھتی ہے۔ جہاں مختلف ممالک اور عالمی ادارے امن کے قیام کے لیے کوشاں ہیں، وہیں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صلح، عدل، صبر، اور مشاورت جیسے اصول بین الاقوامی تعلقات میں نئے زاویے اور موثر حکمت عملی فراہم کرتے ہیں۔

عالمی سیاست میں اسلامی امن اصولوں کی افادیت

اسلامی امن کے اصول عالمی سیاست میں خاص طور پر اس لیے مؤثر ثابت ہوتے ہیں کیونکہ یہ تنازعات کے حل کے لیے طاقت کی بجائے گفت و شنید، انصاف، اور بردباری کو مرکزی حیثیت دیتے ہیں۔ آج کے دور میں جہاں عالمی سیاست میں جارحیت اور تنازعہ اکثر طاقت کے توازن کی بنیاد پر طے پاتے ہیں، اسلامی اصول ایک اخلاقی و انسانی بنیاد فراہم کرتے ہیں جس کی روشنی میں عالمی تنازعات کو زیادہ پائیدار اور منصفانہ انداز میں حل کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً صلح حدیبیہ کا تاریخی واقعہ ہمیں بتاتا ہے کہ کیسے ایک شدید سیاسی اور مذہبی کشیدگی کو حکمت، صبر، اور باہمی احترام کے ذریعے حل کیا جا سکتا ہے۔ ایسے اصول آج کے عالمی مذاکرات میں بھی نہایت کارگر ہو سکتے ہیں۔ اسلامی اصول انسانی حقوق، عدل و انصاف اور مساوات کی تعلیمات پر مبنی ہیں، جو اقوام متحدہ اور دیگر عالمی اداروں کے منشور کے عین مطابق ہیں، اس لیے ان کی شمولیت عالمی امن کوششوں کو مضبوط اور مؤثر بنا سکتی ہے۔

اقوام متحدہ، او آئی سی اور دیگر فورمز میں اسلامی ثالثی کا کردار

بین الاقوامی فورمز جیسے اقوام متحدہ (UN)، اسلامی تعاون تنظیم (OIC)، اور دیگر علاقائی و عالمی تنظیمیں امن قائم کرنے اور تنازعات کے حل کے لیے کردار ادا کر رہی ہیں۔ اسلامی تعاون تنظیم نے خاص طور پر مسلم دنیا میں امن و استحکام کے لیے ثالثی اور مصالحت کے اہم اقدامات کیے ہیں۔ او آئی سی نے فلسطین، کشمیر، میانمار اور دیگر متنازعہ مسلم علاقوں کے مسائل پر عالمی سطح پر آواز اٹھائی ہے اور ثالثی کے ذریعے مسائل کے حل کی کوششیں کی ہیں۔ ان فورمز میں اسلامی اصولوں کی بنیاد پر ثالثی کا طریقہ کار جارحیت کے بجائے گفت و شنید، اعتدال پسندی، اور رواداری پر مبنی ہوتا ہے، جو کہ پائیدار امن کی ضمانت بن سکتا ہے۔ اقوام متحدہ میں بھی اسلامی ممالک نے اپنی ثقافتی اور مذہبی اقدار کو مد نظر رکھتے ہوئے ثالثی اور امن کے فروغ کے لیے فعال کردار ادا کیا ہے۔ اسلامی اصولوں کی شمولیت بین الاقوامی امن کے نظام کو اخلاقی اور انسانی بنیادوں پر مستحکم کرتی ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

نتائج:

1. حدیث کی روشنی میں امن کو اسلام کا ایک اہم ستون قرار دیا گیا ہے۔
2. من کو فروغ دینے کے لیے معاف کرنا، صبر کرنا اور افہام و تفہیم پر زور دیا گیا ہے۔
3. تنازعات کے حل کے لیے مصالحت کو ایک مؤثر ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔
4. سول اللہ ﷺ نے اپنے عمل سے مصالحت کی اہمیت اور فوائد کو اجاگر کیا۔
5. اسلامی تعلیمات میں اختلافات کے باوجود لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے۔
6. اس کا مقصد سماج میں ہم آہنگی اور باہمی احترام کو فروغ دینا ہے۔
7. موجودہ عالمی تنازعات میں اسلامی اصولوں کی روشنی میں مذاکرات اور بات چیت کے ذریعے حل نکالنے کی ضرورت ہے۔
8. عالمی مسائل میں انصاف اور برابری پر مبنی فیصلے عالمی امن کے قیام میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔
9. حدیث کی روشنی میں تنازعات کے حل میں معافی کا عمل امن کی راہ ہموار کرتا ہے۔
10. عالمی سطح پر بھی فریقین کے درمیان معافی اور درگزر کی فضا پیدا کرنا ضروری ہے۔
11. اسلامی تعلیمات امن، مصالحت اور انصاف پر مبنی اصول پیش کرتی ہیں جو عالمی تنازعات کے حل کے لیے مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔
12. اسلامی اصولوں کی مدد سے عالمی سطح پر پائیدار امن قائم کرنے کے لیے ایک جامع حکمت عملی اختیار کی جاسکتی ہے۔
13. اسلامی تعلیمات، خصوصاً حدیث کی روشنی میں، مذہبی اور ثقافتی اختلافات کے باوجود احترام و رواداری کی فضا قائم کی جاسکتی ہے۔
14. موجودہ عالمی تنازعات میں ان اصولوں کی مدد سے بہتر نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔
15. اسلامی معاشرتی اصول عالمی سطح پر امن و سکون کے قیام میں مدد فراہم کر سکتے ہیں۔
16. اسلامی معاشرت میں انصاف، تعاون اور بھائی چارے کی بنیاد پر عالمی سطح پر تعلقات کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔
17. اسلامی رہنمائی عالمی تنازعات کے حل میں مؤثر ثابت ہو سکتی ہے، بشرطیکہ اسے صحیح طریقے سے اپنایا جائے۔
18. اسلام کا پیغام عالمی سطح پر امن، سلامتی اور مصالحت کے اصولوں کو فروغ دینے کے لیے ایک جامع حکمت عملی فراہم کرتا ہے۔

سفارشات

1. مسلمانوں اور غیر مسلموں کو اسلامی تعلیمات، خصوصاً امن و مصالحت کے اصولوں سے آگاہ کرنے کے لیے بین الاقوامی سطح پر تعلیم و تربیت کے پروگرامز شروع کیے جائیں۔
2. عالمی تنظیمیں اور حکومتیں اسلامی اصولوں پر مبنی ورکشاپس اور سیمینارز کا اہتمام کریں تاکہ امن اور مصالحت کے اصولوں کو فروغ دیا جاسکے۔
3. عالمی تنازعات کے حل کے لیے اسلامی مشاورت اور تجربات سے استفادہ کیا جائے، تاکہ زیادہ انصاف اور رواداری پر مبنی فیصلے کیے جاسکیں۔
4. تمام فریقین کے درمیان افہام و تفہیم کے ماحول کو بڑھانے کے لیے باہمی مذاکرات اور مصالحتی اجلاسوں کا انعقاد کیا جائے۔
5. اسلامی معاشرت میں موجود مصالحتی طریقوں کو جدید عالمی تنازعات میں لاگو کرنے کی کوشش کی جائے۔
6. مختلف مذاہب، ثقافتوں اور اقوام کے درمیان رواداری، برداشت اور احترام کے اصولوں کو مزید اجاگر کیا جائے۔
7. اسلامی معاشرت میں بھائی چارے کے اصولوں پر عمل پیرا ہو کر عالمی سطح پر مختلف عقائد و نظریات کے درمیان ہم آہنگی پیدا کی جائے۔
8. تنازعات میں حصہ لینے والی جماعتوں کو معافی اور درگزر کی اہمیت سے آگاہ کیا جائے اور انہیں سمجھایا جائے کہ معافی عالمی امن کے قیام میں ایک کلیدی کردار ادا کر سکتی ہے۔
9. معافی کو قانونی اور سماجی سطح پر ایک قابل قدر عمل کے طور پر تسلیم کیا جائے، تاکہ تنازعات کا حل جلد اور مؤثر طریقے سے ممکن ہو۔
10. مذہبی رہنماؤں اور علماء کو عالمی سطح پر امن اور مصالحت کے علمبردار کے طور پر کام کرنے کی حوصلہ افزائی کی جائے۔
11. تعلیمی اداروں میں امن، مصالحت، اور بین الثقافتی ہم آہنگی کی تعلیم کو نصاب کا حصہ بنایا جائے۔

12. طلبہ کو بچپن ہی سے اسلام میں امن کے اصولوں اور عالمی مسائل کے حل کے بارے میں آگاہ کیا جائے، تاکہ مستقبل میں وہ عالمی امن کے سفیر بن سکیں۔
13. اقوام متحدہ اور دیگر عالمی اداروں کے ساتھ اسلامی ممالک کی حکومتیں مل کر امن کے قیام اور تنازعات کے حل کے لیے مشترکہ اقدامات کریں۔
14. اسلامی اصولوں کو عالمی قوانین اور عالمی امن کے معاہدوں میں شامل کرنے کے لیے مخلصانہ کوششیں کی جائیں۔
15. عالمی سطح پر امن کے ایک جامع اور پائیدار معیار کو تشکیل دینے کی ضرورت ہے جو اسلامی اصولوں کے مطابق ہو۔
16. عالمی سطح پر انصاف، مساوات اور انسانی حقوق کے اصولوں کو فروغ دیا جائے، تاکہ تمام قوموں اور مذہبی گروپوں کے ساتھ برابر کا سلوک کیا جاسکے۔
17. اسلامی تعلیمات کے مطابق، عالمی مسائل میں انصاف اور برابری کے اصولوں پر عمل کرنا ضروری ہے تاکہ پائیدار امن قائم کیا جاسکے۔

خلاصہ

اسلام میں امن و مصالحت کو بنیادی اخلاقی اصول کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جس کا مقصد انسانوں کے درمیان بھائی چارہ، احترام اور ہم آہنگی کو فروغ دینا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد حدیث کی روشنی میں امن و مصالحت کے اصولوں کا تجزیہ کرنا اور ان اصولوں کی مدد سے موجودہ عالمی تنازعات کا حل تلاش کرنا ہے۔ احادیث نبوی ﷺ میں امن و مصالحت کے بارے میں واضح ہدایات دی گئی ہیں جن کے مطابق تنازعات کو حل کرنے کے لیے افہام و تفہیم، صبر، معافی اور متنازعہ فریقوں کے درمیان مذاکرات پر زور دیا گیا ہے۔ اسلام میں اختلافات کے باوجود لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور ایثار کی تعلیم دی گئی ہے تاکہ سماجی ہم آہنگی برقرار رکھی جاسکے۔ موجودہ عالمی تنازعات، جیسے کہ مذہبی، سیاسی اور ثقافتی اختلافات، عالمی سطح پر امن و استحکام کے لیے ایک بڑا چیلنج ہیں۔ اس تحقیق میں یہ تجزیہ کیا جائے گا کہ کس طرح اسلامی تعلیمات اور حدیث کی روشنی میں ان تنازعات کا حل ممکن ہے۔ اس میں بین الاقوامی سطح پر تنازعات کے حل کے لیے مذاکرات، مصالحت اور جرات مندانہ فیصلوں کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے گا۔ مجموعی طور پر یہ تحقیق یہ ثابت کرے گی کہ اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہم نہ صرف عالمی سطح پر امن قائم کر سکتے ہیں بلکہ دنیا کے مختلف مسائل کے حل کے لیے ایک مضبوط اور پائیدار بنیاد فراہم کر سکتے ہیں۔

مصادر و مراجع

1. اقبال، علامہ، پیغام مشرق، مؤسسۃ اقبال، لاہور، 1936.
2. آزاد، مولانا محمد حسین، سیرت النبی ﷺ، ادارہ فروغِ اسلام، لاہور، 2015.
3. ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، دار الکتب علمیۃ، 2000.
4. ابن سعد، طبقات الکبیر، مکتبہ نجف، 1980.
5. ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الِاسلامیۃ، دار الکتب العلمیۃ، 2000.
6. ابن اسحاق، سیرت ابن اسحاق، ترمیم شدہ از ابن ہشام، 1955.
7. علی، حضرت علی رضی اللہ عنہ، خطبات و حکمتیں، دار العلوم، دیوبند، 2010.
8. رضوی، مولانا عبد القادر، فقہ الاخلاق، مکتبہ تعلیم الدین، کراچی، 2015.
9. حمید اللہ، محمد، خطباتِ بہاولپور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1980.
10. جوہر، مولانا محمد علی، سیرت النبی ﷺ، ادارہ فکر، لاہور، 2010.
11. شبلی نعمانی، مولانا، روشنیِ قرآن، ادارہ فکر، لاہور، 2012.
12. شبلی نعمانی، مولانا، اسلامی امن کے فلسفے، ادارہ فکر، لاہور، 2014.
13. یکن، فتحی، الشوری والمشارکۃ في الحکم، بیروت: دار الهدی، 1999.
14. ندوی، سید ابو الحسن علی، رسالہ سیرت النبی ﷺ، دار الاشاعت، لکھنؤ، 1998.
15. مکی، سید ابو الفضل، اللہ کی رسول کی زندگی، .1970

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

16. ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، دار الکتب علمیۃ، 2000.
17. ابن اسحاق، سیرت ابن اسحاق، ترمیم شدہ از ابن ہشام، 1955.
18. القرضاوي، الصحوة الإسلامية بين الجحود والتطرف، دار الكتاب الاسلامی، 2005.
19. ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الإسلامیۃ، دار الکتب العلمیۃ، 2000.
20. ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، دار الکتب علمیۃ، 2000.
21. عبد الفتاح، خالد، السيرة النبوية في ضوء المقاصد الشرعية، قاہرہ: دار السلام، 2010.
22. ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، دار الفکر، بیروت، 2000.
23. ابوداود، سلیمان بن اشعث، سنن ابوداود، دار الفکر، بیروت، 2001.
24. ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، دار الفکر، بیروت، 2000.
25. نسائی، ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب، سنن النسائی، دار الفکر، بیروت، 2000.
26. بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2010.
27. مسلم، ابوالحسن بن حجاج، صحیح مسلم، دار الفکر، بیروت، 2000

Bibliography

1. Iqbal, Allama, Payam-e-Mashriq, Iqbal Foundation, Lahore, 1936.
2. Azad, Maulana Muhammad Hussain, Seerat-un-Nabi ﷺ, Idara Faroghe Islam, Lahore, 2015.
3. Ibn Hisham, Al-Sirah Al-Nabawiyah, Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, 2000.
4. Ibn Saad, Tabaqat al-Kabeer, Maktabah Najaf, 1980.
5. Ibn Ashur, Maqasid al-Shari'ah al-Islamiyyah, Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, 2000.
6. Ibn Ishaq, Seerat Ibn Ishaq, edited by Ibn Hisham, 1955.
7. Ali, Hazrat Ali (RA), Khutbat wa Hikmatain, Darul Uloom, Deoband, 2010.
8. Rizvi, Maulana Abdul Qadir, Fiqh al-Akhlaq, Maktabah Taleem al-Din, Karachi, 2015.
9. Hamidullah, Muhammad, Khitabat-e-Bahawalpur, Idara Saqafat Islamiyyah, 1980.
10. Johar, Maulana Muhammad Ali, Seerat-un-Nabi ﷺ, Idara Fikr, Lahore, 2010.
11. Shibli Nomani, Maulana, Roshni-e-Quran, Idara Fikr, Lahore, 2012.
12. Shibli Nomani, Maulana, Islami Aman ke Falsafay, Idara Fikr, Lahore, 2014.
13. Yaken, Fathi, Al-Shura wa al-Musharaka fi al-Hukm, Beirut: Dar al-Huda, 1999.
14. Nadwi, Syed Abul Hasan Ali, Risalah Seerat-un-Nabi ﷺ, Dar Al-Ishaat, Lucknow, 1998.
15. Maki, Syed Abu al-Fazl, Allah ke Rasool ki Zindagi, 1970.
16. Ibn Hisham, Al-Sirah Al-Nabawiyah, Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, 2000.
17. Ibn Ishaq, Seerat Ibn Ishaq, edited by Ibn Hisham, 1955.
18. Al-Qaradawi, Yusuf, Al-Sahwah al-Islamiyyah Bayn al-Juhud wa al-Tatarruf, Dar al-Kitab al-Islami, 2005.
19. Ibn Ashur, Maqasid al-Shari'ah al-Islamiyyah, Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, 2000.
20. Ibn Hisham, Al-Sirah Al-Nabawiyah, Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, 2000.
21. Abd al-Fattah, Khaled, Al-Sirah al-Nabawiyyah fi Duw al-Maqasid al-Shar'iyyah, Cairo: Dar al-Salam, 2010.
22. Ibn Majah, Muhammad bin Yazid, Sunan Ibn Majah, Dar al-Fikr, Beirut, 2000.
23. Abu Dawood, Sulayman bin Ash'ath, Sunan Abu Dawood, Dar al-Fikr, Beirut, 2001.
24. Tirmidhi, Abu Isa Muhammad bin Isa, Sunan al-Tirmidhi, Dar al-Fikr, Beirut, 2000.
25. Nasai, Abu Abdurrahman Ahmad bin Shu'ayb, Sunan al-Nasa'i, Dar al-Fikr, Beirut, 2000.
26. Bukhari, Muhammad bin Ismail, Sahih al-Bukhari, Maktabah Islamiyyah, Lahore, 2010.
27. Muslim, Abu al-Hassan bin Hajjaj, Sahih Muslim, Dar al-Fikr, Beirut, 2000.